AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 2 (2025)
Online ISSN: 3006-693X

Print ISSN: 3006-6921

کتبِ تسعہ کی روشنی میں تعلیمی مقاصد کا تعین اور مؤثر تدریس کی حکمت عملی

IDENTIFICATION OF EDUCATIONAL OBJECTIVES AND EFFECTIVE TEACHING STRATEGIES IN THE LIGHT OF KUTUB AL-TIS‘AH

Dr.Tahir Sadiq
Islamic Studies Dept Visiting faculty
Wuuast Islamabad
dr.tahirsadiq@gmail.com
Dr Masood Ahmad
Assistents Professer
Department of Arabic Literature
Minhaj University Lahore
masoodmujahid@gmail.com
Mujahid Hussain
Ph.D Scholar at Qurtba University Di Khan
mujahidbuzdar473@gmail.com

Abstract:

Education and teaching form the backbone of every civilized and intellectual society. History shows that nations prioritizing education achieved intellectual, moral, and cultural excellence. Education is not merely the transfer of information, but a transformative process that shapes character, enlightens thought, and reforms society.In Islam, education is considered an act of worship. The life of the Prophet Muhammad (peace be upon him) is a perfect model of comprehensive education and training. His mission emphasized teaching wisdom, knowledge, and spiritual purification. His teaching methods were thoughtful, considering the learners' capacity, environment, and psychology, imparting knowledge with wisdom and compassion.The Ahadith, particularly those compiled in the Kutub al-Tis'ah (The Nine Books of Hadith), serve as detailed records of his teachings. These collections not only outline educational principles and methods but also emphasize moral training and social reform. Scholars have long regarded these texts as essential for understanding Islamic education.Today, education is often reduced to technical skill-building and economic gain, neglecting intellectual and spiritual development. Therefore, it is crucial to revisit Islamic sources and realign our educational goals accordingly. This paper seeks to explore the educational insights within the Kutub al-Tis'ah and propose strategies rooted in Islamic tradition for holistic learning and societal reform.

Keywords: Identification, Educational Objectives, Effective Teaching, Strategies, Kutub al-Tis‘ah

تعلیم و تربیت کسی بھی مہذب معاشرے کی بنیاد ہے۔تاریخ گواہ ہے کہ جن اقوام نے تعلیم کو ترقی کا محور بنایا، وہ فکری، اخلاقی اور تہذیبی بلندیوں تک پہنچیں۔
اسلام میں تعلیم کو عبادت کا درجہ حاصل ہے، اور نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ اسی تعلیم و تربیت کی کامل مثال ہے۔ آپ ﷺ نے صرف معلومات کی ترسیل نہیں کی بلکہ فہم، تزکیہ اور حکمت کے ذریعے فکری و روحانی انقلاب برپا کیا۔ آپ ﷺ کے تدریسی اسلوب میں طلبہ کی ذہنی و نفسیاتی حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے حکمت سے تربیت کی جاتی تھی۔احادیث مبارکہ، خصوصاً کتبِ تسعہ، تعلیم و تربیت کے اصول، مقاصد اور اسالیب کی نمایاں تشریح فراہم کرتی ہیں۔ یہ ذخیرہ جدید تعلیمی نظریات کے لیے بھی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے طلبِ علم کو ہر مسلمان پر فرض قرار دیا اور فرمایا کہ طالب علم کی زندگی کا ہر لمحہ عبادت کے مترادف ہے۔ علماء کو انبیاء کے وارث قرار دیا گیا، اور معلم کو معاشرے میں بلند مقام عطا کیا گیا۔ اسلامی تعلیم کا مقصد معرفتِ الٰہی اور انسانی کردار کی تعمیر ہے۔ لہٰذا عصری تقاضوں کے ساتھ ہم آہنگ مگر روحِ دین سے جڑی تعلیم ناگزیر ہے۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 2 (2025)
Online ISSN: 3006-693X

Print ISSN: 3006-6921

اسلام میں تعلیم کا مقصد و تصور

اسلام میں تعلیم کا تصور صرف ذہنی ارتقاء تک محدود نہیں بلکہ اس کا گہرا تعلق انسان کی روحانی، اخلاقی اور معاشرتی فلاح سے ہے۔ قرآن و سنت کی روشنی میں تعلیم کا مقصد انسان کی فکری اور روحانی تربیت، اخلاقی صفات کی تکمیل، اور اللہ کی رضا کا حصول ہے۔ اسلامی نقطۂ نظر کے مطابق، تعلیم ایک عبادت ہے جس کا مقصد صرف دنیاوی کامیابی نہیں بلکہ آخرت کی کامیابی بھی ہے۔ قرآن مجید میں علم کی اہمیت کو بارہا اجاگر کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ"[1]

یعنی "کہہ دو: کیا برابر ہو سکتے ہیں وہ لوگ جو جانتے ہیں اور وہ جو نہیں جانتے؟"۔

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ علم انسان کو ایک ممتاز مقام عطا کرتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے"[2]

اسلامی تعلیم کا مقصد صرف فرد کی علمی ترقی نہیں بلکہ اس کی روحانی و اخلاقی اصلاح اور اسے ایک باکردار معاشرتی فرد بنانا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا مقصد بیان ہوا:

"يُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ"[3]

یعنی "وہ (نبی) انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں"۔ اسلامی تدریسی نظام کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں علم کو صرف کتابوں تک محدود نہیں رکھا جاتا بلکہ اس پر عمل کو ضروری سمجھا جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے مختلف انداز میں تعلیم دی: سوال و جواب، عملی نمونے، اور تمثیلات کے ذریعے۔ تعلیم کا اصل مقصد انسان کو اللہ کی معرفت، معاشرتی ذمہ داریوں کا شعور، اور اخروی فلاح کی راہ پر گامزن کرنا ہے۔ اس میں مرد و عورت، امیر و غریب سب کو برابر تعلیم حاصل کرنے کا حق حاصل ہے۔

کتبِ تسعہ کا تعارف اور ان کی تعلیمی اہمیت

کتبِ تسعہ اسلامی احادیث کی وہ مستند کتب ہیں جنہیں امتِ مسلمہ نے حدیث کے ذخیرے کے طور پر تسلیم کیا ہے۔ ان کتب میں نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات، اس کے اسلوب، اخلاقی تربیت اور معاشرتی اصولوں کو محفوظ کیا گیا ہے۔ یہ کتب نہ صرف دینی تعلیمات کی روشنی فراہم کرتی ہیں بلکہ تعلیم کے اصول، مقاصد اور اسالیب کی تفصیلات بھی بیان کرتی ہیں۔

کتبِ تسعہ میں شامل نو کتب کو "صحاح ستہ" اور بعض دیگر اہم کتب کے مجموعہ کے طور پر جانا جاتا ہے۔ ان کتب میں درج احادیث وہ ہیں جو نبی ﷺ کی تعلیمات اور اس کے اسلوب تدریس کی وضاحت کرتی ہیں۔ ان کتب کی تصنیف کا مقصد مسلمانوں کو قرآن و سنت کے مطابق صحیح فہم فراہم کرنا تھا۔ کتبِ تسعہ میں سب سے مشہور کتب صحیح بخاری اور صحیح مسلم ہیں، جنہیں "صحاح ستہ" کا حصہ سمجھا جاتا ہے، اور یہ دونوں کتب ہر دور میں حدیث کے علم میں سب سے زیادہ معتبر سمجھی جاتی ہیں۔ ان

---

[1] الزمر: 9
Surah Az-Zumar, 39:9

[2] ابنِ ماجہ، سنن ابن ماجہ، تدوین: محمد فؤاد عبدالباقی (قاہرہ: داراحیاء الکتب العربیہ، تاریخ ندارد)، جلد 1، صفحہ 81، حدیث نمبر 224
Sunan Ibn Majah, compiled by Muhammad Fuad Abdul Baqi (Cairo: Dar Ihya al-Kutub al-‘Arabiyyah, n.d.), Volume 1, Page 81, Hadith No. 224.

[3] آل عمران: 164
Surah Aal-e-Imran, 3:164

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 2 (2025)
Online ISSN: 3006-693X

Print ISSN: 3006-6921

کے علاوہ سنن ابی داود، سنن ترمذی، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، موطا امام مالک، سنن دارمی اور مسند احمد بن حنبل بھی اس مجموعہ میں شامل ہیں۔ان کتب کا علمی مقام اس قدر بلند ہے کہ اہلِ علم ان پر استناد کرتے ہیں اور ان کی روشنی میں اسلامی مسائل حل کرتے ہیں۔کتبِ تسعہ کی تاریخی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ان کتب کے مصنفین نے انتہائی عرق ریزی اور محنت سے ان احادیث کو جمع کیا،اور ان کی تصحیح کا عمل اس قدر سخت تھا کہ صرف صحیح اور مستند احادیث کو اس میں شامل کیا گیا۔ان کتب کا مقصد صرف الفاظ کا ذخیرہ نہیں تھا بلکہ یہ انسانوں کی فکری،اخلاقی اور روحانی تربیت کے لیے ایک جامع دستور تھا۔

کتبِ تسعہ میں تعلیم کے اصول و مقاصد

کتبِ تسعہ میں احادیث کا ذخیرہ موجود ہے جو تدریس کے اصولوں کو روشن کرتا ہے۔ان میں نبی ﷺ کی تدریسی حکمت عملیوں کی تفصیلات اور ان کی تعلیمات کے مقاصد بیان کیے گئے ہیں۔ان کتب میں تدریس کے جو بنیادی اصول ملتے ہیں،وہ نہ صرف تعلیمی مقاصد کو واضح کرتے ہیں بلکہ ان کے ذریعے طلبہ کی اخلاقی تربیت اور فکری نشو نما کا عمل بھی کیا جاتا ہے۔

کتبِ تسعہ میں تعلیم کے کچھ بنیادی اصول

علم کا طلب فرض ہے : نبی ﷺ نے فرمایا" : علم کا طلب ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔[4] "یہ حدیث تعلیم کے فرضیت کی اہمیت کو واضح کرتی ہے۔نرمی اور حکمت : نبی ﷺ نے تدریس میں نرمی اور حکمت کو اپنانے کی ترغیب دی۔آپ نے فرمایا" : تم میں سب سے بہترین وہ ہے جو لوگوں کو علم سکھائے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرے۔نبی ﷺ نے ہمیشہ اپنی تعلیمات کو عملی طور پر پیش کیا۔آپ کی سیرت میں معلم کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ آپ نے جو بھی علم دیا،اس پر خود عمل کیا۔نبی ﷺ نے اپنے شاگردوں سے سوالات پوچھ کر تدریس کی اہمیت کو سمجھایا اور انہیں فکری طور پر متحرک کیا۔یہ اسلوب تدریس میں فعال شرکت اور تفکر کی ترغیب دیتا تھا۔

احادیث اور تعلیم کے اصول

اسلامی تعلیمات میں احادیث کا بڑا مقام ہے کیونکہ یہ ہمیں نبی ﷺ کے اسلوب تدریس اور تعلیمی مقاصد کو سمجھنے میں مدد دیتی ہیں۔احادیث کی مدد سے ہم نہ صرف دینی تعلیمات حاصل کرتے ہیں بلکہ ان کے ذریعے فرد کی اخلاقی اور روحانی تربیت بھی ممکن ہوتی ہے۔

تعلیمی اصول جو احادیث میں بیان ہوئے ہیں:

- نبی ﷺ نے اپنی تعلیمات میں ہمیشہ اللہ کے خوف اور نیک عمل کی اہمیت پر زور دیا۔آپ نے فرمایا۔علم کا طلب نہ صرف ذہنی ترقی کے لیے ہے بلکہ یہ تمہیں اللہ کے قریب لے جانے کا ذریعہ ہے۔
- نبی ﷺ نے تعلیم کو ایک جامع تربیتی عمل قرار دیا۔آپ نے فرمایا۔سب سے بہترین شخص وہ ہے جو دوسروں کو سکھائے اور اخلاقی تربیت دے۔
- نبی ﷺ نے تعلیم میں کسی بھی قسم کی تفریق نہیں کی۔آپ نے فرمایا۔علم کا طلب ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔
- نبی ﷺ نے تعلیم میں تفہیم کے مختلف طریقے اپنائے،جیسے تمثیل،سوالات،اور عملی نمونے۔

کتبِ تسعہ کے ذریعے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ تعلیم صرف معلومات کا حصول نہیں بلکہ یہ ایک وسیع و عمیق عمل ہے جس کا مقصد فرد کی اصلاح،معاشرتی بہتری اور انسانیت کی فلاح و بہبود ہے۔ان کتب میں محفوظ حدیثیں نہ صرف مسلمانوں کے لیے بلکہ دنیا بھر میں تعلیم و تدریس کے اصولوں کا اہم حوالہ بن چکی ہیں۔

---

[4] ابن ماجہ، کتاب العلم، حدیث نمبر 224، دار الفکر، بیروت، 1992، صفحہ 121
Ibn Majah, Kitab al-‘Ilm (Book of Knowledge), Hadith No. 224, Dar al-Fikr, Beirut, 1992, page 121

تعلیمی مقاصد کا تعین

اسلامی تعلیمات میں تدریس کا مقصد صرف دنیاوی علم تک محدود نہیں، بلکہ اس کا اصل مقصد فرد کی روحانی اور اخلاقی تربیت، فہمِ دین، اور معاشرتی اصلاح ہے۔ کتبِ تسعہ میں موجود احادیث میں ان مقاصد کی وضاحت کی گئی ہے، اور ان کی روشنی میں تدریسی مقاصد کا تعین کیا جا سکتا ہے۔

تزکیہ نفس: تعلیم کا بنیادی مقصد

اسلامی تعلیم کا سب سے اہم مقصد تزکیہ نفس ہے، یعنی انسان کی روحانی اور اخلاقی صفات کو بہتر بنانا۔ قرآن و سنت میں تزکیہ کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے۔ نبی ﷺ کی بعثت کا ایک اہم مقصد لوگوں کے دلوں کو صاف کرنا اور ان کی روحانی صفات کو بہتر بنانا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:

يُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ[5]

وہ انہیں تزکیہ دیتے ہیں اور کتاب اور حکمت سکھاتے ہیں۔

اس آیت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ تعلیم کا مقصد صرف ذہنی ترقی نہیں بلکہ دل و دماغ کی صفائی اور روح کی بہتری ہے۔ نبی ﷺ کی تعلیمات بھی انسانوں کے اخلاق اور روحانی حالت کو بہتر بنانے کے لیے تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا" : رسول اللہ ﷺ کا اخلاق قرآن تھا۔[6]

فہمِ دین اور روحانی تربیت

اسلامی تعلیم میں فہمِ دین کا حصول بہت اہم ہے۔ نبی ﷺ نے اپنے صحابہ کرام کو قرآن و سنت کے صحیح فہم کی تعلیم دی۔ آپ نے فرمایا" : جو شخص اللہ کی طرف سے کسی خیر کا ارادہ کرتا ہے، وہ اسے دین کی سمجھ عطا کرتا ہے۔[7]

یہ حدیث اس بات کی عکاسی کرتی ہے کہ اسلامی تعلیم کا مقصد صرف معلومات کی ترسیل نہیں بلکہ دین کا حقیقی فہم دینا ہے۔ اس فہم کو حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ انسان اپنی زندگی کو اسلامی تعلیمات کے مطابق ترتیب دے اور اس کی روحانی تربیت کی جائے۔

اخلاقی تعلیمات اور معاشرتی اصلاح

اسلامی تعلیمات کا ایک اور اہم مقصد اخلاقی اصلاح ہے۔ نبی ﷺ نے ہمیشہ اخلاقی تربیت پر زور دیا اور لوگوں کو اچھے اخلاق اپنانے کی ترغیب دی۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا" : میں اخلاق کو کامل کرنے کے لیے بھیجا گیا ہوں۔[8]

اخلاقی تربیت کا مقصد فرد کو معاشرتی طور پر بہتر بنانا اور ایک متوازن اور ذمہ دار فرد کی تشکیل کرنا ہے۔ نبی ﷺ کی تعلیمات میں اخلاق ترقی کی اہمیت واضح طور پر دیکھی جا سکتی ہے۔

---

[5] آل عمران: 164

Aal-e-Imran 3:164

[6] صحیح مسلم، کتاب الفضائل، حدیث نمبر 2285، دار الکتب، بیروت، 1992، صفحہ 187

Sahih Muslim, *Kitab al-Fada'il* (Book of Virtues), Hadith No. 2285, Dar al-Kutub, Beirut, 1992, p. 187

[7] صحیح بخاری، کتاب العلم، حدیث نمبر 71، دار الکتب، بیروت، 1992، صفحہ 89۔

Sahih al-Bukhari, Kitab al-‘Ilm (Book of Knowledge), Hadith No. 71, Dar al-Kutub, Beirut, 1992, p. 89

[8] صحیح مسلم، کتاب الفضائل، حدیث نمبر 2285، دار الکتب، بیروت، 1992، صفحہ 187

Sahih Muslim, Kitab al-Fada’il (Book of Virtues), Hadith No. 2285, Dar al-Kutub, Beirut, 1992, page 187

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 2 (2025)
Online ISSN: 3006-693X

Print ISSN: 3006-6921

فرد اور جماعت کی اصلاح کا عمل

اسلامی تعلیمات میں فرد کی اصلاح کے ساتھ ساتھ جماعت کی اصلاح بھی اہم ہے۔ نبی ﷺ نے فرد اور جماعت دونوں کی اصلاح کے لیے تعلیمات دیں، اور آپ کے طریقۂ تدریس میں ان دونوں پہلوؤں کو یکساں اہمیت دی گئی۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

تم سب سے بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے نکالی گئی ہے۔[9]

یہ آیت اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ اسلامی تعلیم کا مقصد فرد کی اصلاح کے ساتھ ساتھ ایک بہتر اور صالح جماعت کی تشکیل بھی ہے۔

مؤثر تعلیمی کی حکمت عملی

نبی ﷺ کا تعلیمی اسلوب صرف ایک تعلیمی طریقہ نہیں تھا بلکہ ایک جامع حکمت عملی تھی جو فرد کی فکری، اخلاقی اور روحانی تربیت کے لیے تھی۔ آپ کے طریقۂ تدریس میں حکمت، نرمی اور دانشمندی کا عنصر غالب تھا۔ نبی ﷺ کا تدریسی اسلوب مختلف حالات میں مختلف ہوتا تھا۔ آپ نے ہمیشہ اپنے شاگردوں کی ذہنی حالت، نفسیات اور حالات کے مطابق تدریس کی۔ آپ کے تدریسی اسلوب کی ایک خاصیت یہ تھی کہ آپ ہر فرد کے حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے تعلیم دیتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا" : تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو سب کو سکھائے۔ نبی ﷺ کا یہ قول اس بات کا غماز ہے کہ آپ نے تدریس میں ہمیشہ جامعیت کو مد نظر رکھا، تاکہ علم کی ترسیل ہر فرد تک پہنچ سکے۔

تدریسی حکمت: مخاطب کی فہم، نفسیات اور ماحول کو مد نظر رکھنا

نبی ﷺ نے ہمیشہ تدریس میں مخاطب کی فہم، نفسیات اور ماحول کو مد نظر رکھا۔ آپ نے کبھی بھی سختی کے ساتھ تدریس نہیں کی، بلکہ آپ نے نرمی اور حکمت کے ساتھ علم کو دلوں تک پہنچایا۔ ایک موقع پر آپ نے فرمایا" : علم دین کو دلوں میں بٹھانے کے لیے نرم دل اور نرمی کی ضرورت ہے۔ آپ نے ہمیشہ اپنے شاگردوں کے سوالات کا حکمت کے ساتھ جواب دیا، اور کبھی بھی ان کی ذہنی سطح کو نظرانداز نہیں کیا۔ آپ کی تدریس میں تفہیم کے مختلف طریقے استعمال کیے جاتے تھے۔

عملی تربیت اور نمونہ پیش کرنا

نبی ﷺ نے عملی تربیت پر بھی زور دیا۔ آپ نے جو کچھ سکھایا، اس پر خود عمل کر کے دکھایا۔ آپ کی سیرتِ مبارکہ کا یہ پہلو سب سے اہم ہے کہ آپ نے علم کو صرف زبان سے نہیں سکھایا بلکہ اپنی زندگی میں اس کی عملی مثال پیش کی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا" : رسول اللہ ﷺ کا اخلاق قرآن تھا۔[10]

سوالات، تمثیلات اور کہانیاں: تعلیم کے مؤثر طریقے

نبی ﷺ نے تدریس میں سوالات، تمثیلات اور کہانیاں استعمال کیں تاکہ لوگوں کو بہتر سمجھا سکیں۔ آپ نے ہمیشہ مثالوں کے ذریعے مشکل مسائل کو آسان بنایا۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا" : ایک تمثیل پیش کرو تاکہ لوگ سمجھ سکیں۔ یہ اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ نبی ﷺ نے تدریس میں عملی مثالوں اور کہانیوں کا استعمال کیا تاکہ علم آسانی سے سمجھا جا سکے اور دلوں تک پہنچ سکے۔

اس مقصد کے لیے قرآن و سنت کا فہم نہایت ضروری ہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

من یرد اللہ بہ خیراً یفقھہ فی الدین

اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے، اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے"

---

[9] آل عمران:110

Aal-e-Imran 3:110

[10] صحیح مسلم، کتاب الفضائل، حدیث نمبر 2285، دار الکتب، بیروت، 1992، صفحہ 187

Sahih Muslim, Kitab al-Fada'il *(Book of Virtues)*, Hadith No. 2285, Dar al-Kutub, Beirut, 1992, p. 187

اسلامی تعلیم کا بنیادی ہدف قرآن وسنت کی درست تفہیم اور شعور پیدا کرنا ہے، تاکہ ایک مسلمان اپنی زندگی کو ان تعلیمات کے مطابق ڈھال سکے۔ یہی فہم، عمل کا محرک بنتا ہے اور اسی میں دنیا و آخرت کی فلاح پوشیدہ ہے۔

حضرت علی کا قول ہے:

لاخير في عبادة لاعلم فيها ولا خير في علم لافهم فيه ولاخير في قراة لا تدير فيها "[11]

اس عبادت میں کوئی خوبی نہیں جو علم کے بغیر ہو، اس علم میں کوئی خوبی نہیں جس میں فہم نہ ہو اور اس قرات میں کوئی خوبی نہیں جو غور و فکر سے خالی ہو"۔

انسان جب علم حاصل کرتا ہے تو اللہ تعالی اس کے درجات بڑھا کر اس کا مرتبہ بلند کر دیتا ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَتٍ"[12]

اللہ تعالی تم میں سے ایمان والوں کے اور جن کو علم دیا گیا درجات بلند کرتا ہے"۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ایمان اور علم دونوں دوش بدوش مل کر انسان کو ترقی کی منازل طے کراتے ہیں۔ تعلیم ہر انسان کی بنیادی ضرورت ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

وإذ أخذ الله مِيثَاقَ الَّذِينَ أوتوا الكتب لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهُ[13]

تم وہ وقت یاد کرو جب اللہ تعالی نے اہل کتاب سے عہد لیا کہ اس کتاب کا مطلب لوگوں سے ضرور بیان کرنا اور مت چھپانا۔

اس آیت میں ذکر ہے کہ اللہ تعالی نے انبیاء کرام کے ذریعے اہل کتاب کے علماء سے عہد لیا تھا کہ جو احکام اور شہادتیں کتاب اللہ میں ہیں۔ ان کو صاف صاف کسی کمی بیشی کے بغیر لوگوں تک پہنچائیں گے اور ان کی اشاعت میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کریں گے۔ یہاں مسلمان اہل علم کو بھی تنبیہ ہے کہ علوم دینی کے فروغ میں (جو ان پر فرض ہے) کسی قسم کی کوتاہی نہ کریں اور نہ ہی انہیں چھپائیں۔ اسی طرح حدیث میں علم کے حصول کو فرض قرار دیا گیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

لان يؤدب الرجل ولده خيرله[14]

کوئی باپ اپنے بیٹے کو اچھا ادب (سکھانے) سے بہتر عطیہ نہیں دے سکتا"۔

یہ اس لئے کہ تعلیم اسلام کی نظر میں فرض ہے اور اس فرض کی ادائیگی کے لئے ہر ممکن ذریعہ استعمال کیا جائے اور اس کا پہلا قدم گھر سے والدین کی عمرانی میں بچپن میں اٹھایا جائے۔ اسلام پہلا مذہب اور تمدن ہے جس نے تعلیم کو ہر انسان کی بنیادی ضرورت قرار دیا ہے۔ جب کہ اس سے قبل یہ تصور موجود نہ تھا بلکہ ہر معاشرہ اور قبیلہ صرف اپنے اعلی طبقے کی تعلیم پر قانع تھا۔ اور وہ قبیلے کے سردار اور امراء وغیر اور مذہبی پیشواؤں کی تعلیم و تربیت کو ضروری قرار دیتا اور اس کا اہتمام کرتا تھا۔ عام افراد اس تعلیم سے خارج سمجھے جاتے تھے۔ اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جس نے سب سے پہلے بلا تفریق طبقات و قبائل و بلا تخصیص مرد و زن سب کے لئے عام تعلیم کی آواز بلند

---

[11] الدارمی، ابو عبداللہ محمد بن عبد الرحمن، سنن الدارمی، باب 29، حدیث نمبر 300 ص 97

Sunan al-Darimi, by Abu Abdullah Muhammad ibn Abdul Rahman, Book 1, Chapter 29, Hadith No. 300, page 97

[12] المجادلہ (58):11

Surah Al-Mujadila 58:11

[13] آل عمران (03):187

Aal-e-Imran 3:187

[14] بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین، شعیب الایمان (بیروت، دار الکتب العلمیۃ 1990ء) 2/256

Al-Bayhaqi**,** *Shu'ab al-Iman* by Abu Bakr Ahmad ibn Husayn, Beirut: Dar al-Kutub al-'Ilmiyyah, 1990, Vol. 2, p. 256**:**

Vol. 2, No. 2 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

کی۔ علم کا حصول ہر مسلمان مرد وزن پر فرض قرار دیا گیا۔یعنی تعلیم ہر چھوٹے بڑے، امیر غریب، مرد و عورت، کالے گورے ہر ایک پر فرض قرار دی گئی ہے۔ تعلیم کا حصول تخلیق انسانی کا اہم جزہے یہی وہ جوہر ہے جس کی بناء پر انسان کو نوری مخلوق فرشتوں پر بھی فضیلت حاصل ہوئی۔ارشاد ہوتا ہے۔

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَٰٓئِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ[15]

"جب ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کریں تو انہوں نے سجدہ کیا ابلیس کے سوا"۔

اللہ تعالی نے اپنے خلیفہ حضرت انسان کو علم کی دولت عطا کر کے پہلے معرکہ زندگی میں کامیاب وکامران فرمایا۔انسان کی گھٹی میں تحصیل علم کا مادہ رکھا اور وحی جو سب سے افضل کامل اور معتبر ذریعہ علم ہے اس کو حامل انسان قرار دیا۔ دنیا کی ترقی بھی اسی ذریعہ علم کی مرہون منت ہے۔ تعلیم کا مقصد قوم کی تشکیل و تعمیر ہے جس کا پہلا اصول یہ ہے کہ قرآن وسنت کی اخلاقی تعلیمات کو پورے نظام تعلیم میں اتار لیں تاکہ وہ اس کے رگ وپے میں سرایت کر جائے اور اس کا شعور و فکر بن جائے اور دنیاوی علوم کو اپنے اندر جذب کر کے اپنی تہذیب کا جزو بناتا چلا جائے اس طرح مسلمان فلسفی، مسلمان سائنسدان، مسلمان ماہر معاشیات اور مسلمان مقنن پیدا ہو سکیں گے۔ جو زندگی کے مسائل کو اسلامی نقطہ نظر سے حل کریں گے۔ تہذیب حاضر کے ترقی یافتہ اسباب ووسائل سے تہذیب اسلامی کی خدمت لیں گے یہاں تک کہ اسلام از سر نو علم و عمل کے میدان میں اس امامت کے مقام پر آجائے گا جس کے لئے اسے دنیا میں پیدا کیا گیا ہے"۔[16]

علم کی بزرگی اور برتری کی ایک سند یہ بھی ہے کہ اس شخص کے لئے جس نے ماضی میں کوتاہیاں اور گناہ کئے علم کو اس کے لئے کفارہ قرار دیا گیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

من طلب العلم كان كفارة لما مضى [17]

"جو شخص علم طلب کرتا ہے یہ اس کے لئے کفارہ بن جاتا ہے ان گناہوں کا جو اس نے پہلے کئے ہوں"۔

گویا جس نے علم سے رجوع کیا اس نے سچائی اور حقیقت سے رجوع کیا اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو گناہ یا کوتاہیاں اس سے پہلے لاعلمی یا جہل کی بناء پر سرزد ہوئیں وہ معاف ہو جاتی ہیں۔

تعلیمی نصب العین کا تعین ایک فکری و دینی ضرورت

تعلیم کے مقاصد کا تعین کیے بغیر تعلیم کا حقیقی فائدہ حاصل کرنا ممکن نہیں۔ جس طرح بغیر کسی منزل کے سفر لاحاصل ہوتا ہے،اسی طرح مقاصد سے عاری تعلیم بھی محض وقت اور وسائل کا ضیاع بن کر رہ جاتی ہے۔ تعلیم وتدریس ایک سنجیدہ اور بامقصد عمل ہے جس میں ہر قدم سوچ سمجھ کر اٹھانا ضروری ہے۔ وقار رضوی اس حقیقت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مقصد کا متعین نہ ہونے کی صورت میں ایک بے یقینی کی کیفیت طاری رہتی ہے اور پھر منتشر راستے جس جانب بھی لے جائیں، طلبہ، اساتذہ اور والدین اس جانب چلتے رہتے ہیں۔ اس سے وقت، دولت اور عمر سب کا ضیاع ہوتا ہے۔ بچوں کی مکمل اور متوازن نشو ونما میں کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ پہلے منزل اور اس راہ کا تعین کر لیا جائے۔ راہ کا تعین نہ ہو تو بچوں کی رسمی تعلیم و تربیت سے کوئی فائدہ نہیں"[18]

---

[15] البقرہ،34:2

Al-Baqarah 2:34

[16] مودودی، سید ابوالاعلی، تعلیمات (لاہور: اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ 1974ء)، ص:32

[17] امام ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ۔ جامع الترمذی، ابواب العلم، باب فضل طلاب العلم۔ ریاض: دار السلام للنشر والتوزیع، 1999ء، جلد 2، صفحہ 233، حدیث نمبر 545

Abu ‘Isa Muhammad ibn ‘Isa al-Tirmidhi. Jami‘ al-Tirmidhi, Abwab al-‘Ilm, Bab Fadl Talab al-‘Ilm. Riyadh: Dar al-Salam li al-Nashr wa al-Tawzi‘, 1999, vol. 2, p. 233, Hadith no. 545

Vol. 2, No. 2 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

اسلامی تعلیم ایک ہمہ گیر نظام فکر ہے جو نہ صرف علمی ترقی بلکہ روحانی، اخلاقی اور معاشرتی اصلاح کو بھی ہدف بناتا ہے۔ اگر طلبہ کی تعلیم میں اعلیٰ نظریات اور مقاصد کی کمی ہو تو وہ یا تو مادہ پرستی کا شکار ہو جاتے ہیں یا چھوٹے چھوٹے انفرادی مقاصد کے پیچھے اپنی زندگی ضائع کر بیٹھتے ہیں۔

اسلام ایسی تعلیم کو رد کرتا ہے جو عقیدے سے خالی ہو اور محض دنیاوی مفادات تک محدود ہو، کیونکہ ایسی تعلیم نہ صرف فرد بلکہ پورے معاشرے کی فکری اساس کو کھوکھلا کر دیتی ہے۔ اسلام علم کو ایک مقدس امانت اور ذریعہ قربِ الٰہی سمجھتا ہے، نہ کہ محض معاشی فوائد کا ذریعہ۔ اسلامی تعلیم کا بنیادی مقصد ایسے افراد پیدا کرنا ہے جو اسلامی نظریہ حیات کو نہ صرف سمجھیں بلکہ اس پر یقین بھی رکھیں اور اپنی زندگی کو اس نظریہ کے مطابق ڈھال سکیں۔ اس بارے میں ڈاکٹر فضل الرحمن لکھتے ہیں:

"اسلامی نظام تعلیم کا مقصد ایک ایسا فرد تیار کرنا ہے جو شعور کے ساتھ اسلامی عقائد کو اپنائے اور اپنی انفرادی و اجتماعی زندگی میں ان تعلیمات کو عملی صورت دے"

اسلام علم برائے علم کا قائل نہیں بلکہ وہ علم کو ہدایت، تقویٰ، فہمِ دین اور اصلاحِ نفس کا ذریعہ سمجھتا ہے۔ اسلامی تعلیم کا ایک اور اہم مقصد یہ ہے کہ فرد کو معرفتِ الٰہی حاصل ہو، اور وہ اس دنیا میں خدا کے نائب کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریاں ادا کرے۔ غلام عابد اس پہلو کو یوں بیان کرتے ہیں:

"اسلام میں تعلیم کا مقصد انسان اور خدا کے درمیان اس تعلق کو استوار کرنا ہے، جس کے نتیجے میں انسان بخوشی و خاطر اپنی زندگی کے تمام امور میں خداوندی احکام پر عمل کرتا اور رضائے الٰہی کو اپنی پسند و ناپسند کا معیار ٹھہراتا ہے"[19]

ڈاکٹر مشتاق احمد لکھتے ہیں:

"تعلیم کو ایسے افراد پیدا کرنے چاہییں جو اجتماعی اور انفرادی زندگی کے بارے میں اسلامی نظریات پر بھرپور یقین رکھتے ہوں اور ان کے اندر ایسا اسلامی نقطہ نظر پیدا ہو جو انہیں اپنی زندگی کے ہر پہلو میں شرعی ہدایت کے مطابق فیصلہ کرنے کے قابل بنائے"[20]

اسی بنا پر اسلامی نظام تعلیم کی منزل اللہ کی رضا کا حصول اور بندگی کے اعلیٰ درجے تک پہنچنا ہے۔ اگر تعلیم فرد کے دل میں خوفِ خدا، شعورِ ذمہ داری اور تقویٰ پیدا کر دے، تو یہی تعلیم کامیاب ہے۔ تعلیم کا حقیقی کمال یہی ہے کہ وہ طالب علم کو عبودیت کے مرتبے پر فائز کرے۔ اسلام کے نزدیک تعلیم کا تیسرا مقصد فرد کے کردار کی تعمیر ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بنیادی مشن تزکیہ نفس یعنی انسان اور روح کی تطہیر تھا۔ اسلامی تعلیم کا مقصد، دراصل صفائی قلب و نظر اور اخلاقی ضوابط کی پابندی کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا سلیقہ سکھانا ہے۔ ڈاکٹر ایم اے عزیز لکھتے ہیں۔

"اسلامی نظام تعلیم کا مقصد ایک ایسے انسان کی تخلیق و تعمیر ہے جو سادہ نہار، بصیر و خیر، منضبط، صاحب عزم و حوصلہ اور اپنے آداب و اخلاق میں حدود اللہ کا پابند ہو"[21]

اسلامی نظام تعلیم، انسانی معاشرے کو عدل و انصاف، حق شناس اور پاکیزگی کے اعتبار سے بلند و بالا بنانے اور دیکھنے کا خواہاں ہے۔ غلام عابد خان، اسلام کو وحدت نسل انسانی کا داعی مذہب اور تعلیم اسلامی کو تعمیر انسانیت کی اہلیت رکھنے والی قدر سمجھتے ہوئے لکھتے ہیں۔

---

[18] وقار رضوی، تعلیم کے فلسفیانہ مباحث، مکتبہ علم و حکمت، لاہور، 2018، ص 112
Waqar Rizvi, Philosophical Discourses on Education (Lahore: Maktabah Ilm-o-Hikmat, 2018), 112

[19] غلام عابد، اسلامی فلسفہ تعلیم، دار الفکر، لاہور، 2009، ص 89
Ghulam Abid, Islamic Philosophy of Education (Dar al-Fikr, Lahore, 2009), 89

[20] مشتاق احمد، اسلامی نظام تعلیم، ادارہ معارف اسلامی، اسلام آباد، 2012، ص 157
Mushtaq Ahmad, Islamic System of Education (Idarah Ma'arif Islami, Islamabad, 2012), 157

[21] ایم اے عزیز، ڈاکٹر، تعلیم اور معاشرتی تبدیلی (ملتان، کاروان ادب، 1983ء) ص: 272
M.A. Aziz, Dr., *Education and Social Change* (Mantan: Karwan-e-Adab, 1983), 272

Vol. 2, No. 2 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

"انسانیت کی ایسی تعمیر نو کی جائے، جس سے خدا کی مخلوق سے محبت اور دوسرں سے رواداری جیسی صفات پیدا ہوں تاکہ پوری انسانیت ایسے معاشرے کو تشکیل دے سکے جو ہر لحاظ سے پرامن بقائے باہمی کے اصول کو اپنا کو خوشحال زندگی گزار سکے "[22]

اسلام کے مطابق تعلیم کا چوتھا مقصد دین اور دنیا کا توازن اور ارتباط ہے۔اسلام رہبانیت کو رد کرتا ہے۔دنیا کو آخرت کی کھیتی قرار دیتا ہے۔اس دنیا سے اپنا حصہ لینے کی ہدایت کرتا ہے۔اسلام ایسی تعلیم کا قائل ہے۔جس کے حصول کے بعد مسلمان دین اور دنیا کے درمیان توازن پیدا کرلے۔اسلام کے نزدیک دنیا کو ترک کردینا بھی ناپسندیدہ فعل ہے اور دنیا پر ٹوٹ پڑنا بھی مذموم حرکت ہے۔دنیا میں اس طرح اپنا حصہ وصول کرنا کہ آخرت فراموش نہ ہو،اسلام میں تعلیم کا تصور اس لحاظ سے جاندار متحرک اور جدید تقاضوں سے ہم آہنگ ہے کہ دوز مین زندگی میں کامیابی کے لیے جدوجہد کرنے،اپنی معاشی ضروریات پوری کرنے کے لیے محنت کرنے اور کائنات کے سربستہ رازوں کو آشکار کرنے کے لیے پیہم کوشش کرنے کے نہ صرف حق میں ہے بلکہ اس کی تاکید کرتا ہے۔

اسلامی نصابِ تعلیم کی تشکیل: نظریاتی بنیادیں اور تاریخی ارتقاء

جب تعلیمی مقاصد طے کر لیے جائیں تو اگلا اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان مقاصد کی تکمیل کے لیے کون سا راستہ اختیار کیا جائے۔اس سلسلے میں سب سے اہم ذریعہ نصاب تعلیم ہے۔نصاب ہی وہ ذریعہ ہے جس کے ذریعے طالب علم اور معلم دونوں اپنی فکری و عملی رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔اسلامی تصور تعلیم میں نصاب محض معلومات کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک ہمہ گیر نظریہ حیات کا عکاس ہوتا ہے،جو نہ صرف طالب علم کو دنیاوی فہم عطا کرتا ہے بلکہ اسے اپنے خالق کی معرفت کی طرف بھی لے جاتا ہے۔ تعلیم کا یہ طریقہ فرد کو اس کی اصل حقیقت سے روشناس کرواتا ہے اور اسے دنیا میں اپنا مقام پہچاننے میں مدد دیتا ہے۔اسلامی نصاب تعلیم کی اہم خصوصیت اس کی جامعیت ہے،جو دینی و دنیاوی، روحانی و مادی، فردی و اجتماعی، اور نظریاتی و سائنسی تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے۔اس نصاب میں عقلی اور نقلی دونوں اقسام کے علوم شامل ہوتے ہیں۔اس میں مقصدیت، ہمہ گیریت، کائناتی وسعت، دینی روحانیت اور علمی وسعت کا حسین امتزاج نظر آتا ہے۔پروفیسر حمید احمد خان لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے درس نصاب کی خوبی یہ تھی کہ اس کا نقطہ نظر ہمہ جہتی تھا،ایک طرفہ نہ تھا۔یہ اس وجہ سے ممکن ہوا کہ اسلامی تصورذات خدا فطرت کے تقاضے کے مطابق تھا۔اللہ تعالیٰ کو اسلام نے ایک ایسے مالکِ حقیقی کی حیثیت سے دیکھا جس کا فرمان عالمِ عقلی اور عالمِ اخلاقی دونوں میں یکساں جاری و ساری تھا۔اس لحاظ سے مسلمانوں کے نصاب تعلیم میں کوئی رخنہ یا تناقض نہ تھا۔اسلام نے عقل و ایمان کو ایک ہی حقیقت کے دو رُخ قرار دیا، جن کے باہمی تنافر کا سوال ہی پیدا نہ ہو سکتا تھا۔اس لیے اسلامی درس نصاب، دینی اور عقلی علوم کا مجموعہ تھا۔اس کے سب گوشے خالقِ کائنات کے نور سے متجلی اور اس کا مزاج بیک وقت دنیوی اور اُخروی معنویت سے مستفید تھا۔[23]

اسلامی نصاب تعلیم کے تاریخی ارتقاء پر نظر ڈالیں تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ابتدائی دور میں قرآن مجید اور عربی زبان کو مرکزیت حاصل تھی۔خلفائے راشدین کے دور میں قرآن، حدیث، تفسیر، عربی زبان وادب، علم الانساب، اسماءالرجال اور جغرافیہ جیسے علوم تعلیم کا حصہ تھے۔عباسی دور میں جب علمی تحریک اپنے عروج پر پہنچی تو اس نصاب میں وسعت پیدا ہوئی، اور فقہ، فلسفہ، منطق، ریاضی، طب، علم ہیئت، نجوم، خطاطی، فن تعمیر، عسکری فنون، اور دیگر علوم بھی شامل ہو گئے۔

امام ابو حامد الغزالی نے سب سے پہلے تعلیم کو "فرضِ عین" اور "فرضِ کفایہ" کی بنیاد پر تقسیم کیا اور تعلیمی نصاب میں دینی علوم کے ساتھ ساتھ فنی اور دنیاوی علوم کو شامل کر کے نصاب کو ایک جامع شکل دی۔وہ فرماتے ہیں کہ صرف دینی علوم کافی نہیں بلکہ وہ علوم جو انسان کو معاشی، معاشرتی اور فکری طور پر مضبوط بناتے ہیں، ان کی شمولیت بھی لازمی ہے۔[24]

---

[22] غلام عابد خان پروفیسر، عہد نبوی کا نظام تعلیم، ص:62-63

Ghulam Abid Khan, The Educational System During the Prophetic Era (pp. 62-63)

[23] حمید احمد خان، اسلامی تصور تعلیم، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، 2002ء، ص73

Hamid Ahmad Khan, Islamic Concept of Education (Idarah Saaqafat Islamiya, Lahore, 2002), 73

[24] الغزالی، احیاء علوم الدین، دار الکتب العربی، بیروت، 2005ء، ج1، ص39

Al-Ghazali, *Ihya Ulum al-Din* (Dar al-Kutub al-Arabi, Beirut, 2005), 1:39

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 2 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

ابن خلدون نے تعلیم کو دو بنیادی اقسام میں تقسیم کیا: عقلیہ اور نقلیہ۔ ان کے نزدیک عقلی علوم جیسے ریاضی، طب، طبیعیات اور فنون لطیفہ وہ علوم ہیں جو انسانی تمدن کے ارتقاء میں مددگار ہوتے ہیں، جب کہ نقلی علوم جیسے قرآن، حدیث، فقہ اور علم الکلام دین کی معرفت کا ذریعہ ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ ہر علم کو اس کی معاشرتی اور تمدنی افادیت کے اعتبار سے نصاب میں جگہ دینی چاہیے۔ انہوں نے نصاب میں موسیقی، مصوری، فن حرب، اور نقاشی جیسے فنون کو بھی شامل کرنے کی حمایت کی۔[25]

شاہ ولی اللہ دہلوی نے اپنے دور کے تعلیمی نظام کا تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے نصاب میں توازن، جامعیت اور اختصار پیدا کرنے کی کوشش کی۔ انہوں نے محسوس کیا کہ نصاب تعلیم غیر متوازن، طویل اور پیچیدہ ہوتا جا رہا ہے، اس لیے انہوں نے ایک ایسا ماڈل پیش کیا جس میں دینی، عقلی، اور سائنسی علوم کو مختصر، مربوط اور قابل فہم انداز میں پیش کیا گیا۔ ان کے مطابق نصاب تعلیم میں ایسا توازن ہونا چاہیے جو دین اور دنیا دونوں کی فلاح و بہبود کا ضامن ہو۔[26]

برصغیر میں اسلامی مدارس میں جو علوم شامل تھے ان میں تفسیر، حدیث، فقہ، تصوف، منطق، فلسفہ، علم نحو، ادب، اصول فقہ، ریاضی، طب، اخلاقیات، زراعت، اور عسکری فنون شامل تھے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اسلامی نصاب تعلیم صرف مذہبی تعلیم تک محدود نہ تھا بلکہ دنیاوی ضروریات اور عملی زندگی سے بھی اس کا گہرا تعلق تھا۔ اسلامی تصور تعلیم میں نصاب کی تشکیل محض علمی سرگرمی نہیں بلکہ ایک نظریاتی ذمہ داری ہے، جو نسل نو کو نہ صرف علم، ہنر اور فہم عطا کرتی ہے بلکہ انہیں اس قابل بناتی ہے کہ وہ دنیا و آخرت کی فلاح حاصل کر سکیں، خدا کی معرفت حاصل کریں، اور ایک متوازن اور ذمہ دار معاشرہ قائم کریں۔ یہی وہ انداز ہے جس کے ذریعے تعلیم کو مسلمان بنایا جا سکتا ہے۔

تدریسی طریقہ کار:

ارشاد خداوندی ہے:

أدع إلى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ احسن [27]

بلاؤ اپنے رب کے راستے پر حکمت سے اور عمدہ طریقے کے ساتھ نصیحت کے ذریعے اور ان سے بحث کر بہترین طریقے سے"

اس آیت سے تین اسلامی طریقہ ہائے تدریس اخذ کیے جا سکتے ہیں۔ حکمت کا طریقہ، نصیحت کا طریقہ اور بحث کا طریقہ، حکمت کا طریقہ یہ ہے کہ طلبا کو اس طرح پڑھایا جائے کہ وہ علم و حکمت ان کے دل اور ذہن میں راسخ ہو جائے۔ ان کی شخصیت کا جزو بن جائے۔ طلبہ حصول علم کے بعد اپنے میں مثبت تبدیلی محسوس کریں۔ علم صرف ان کی زبان پر نہ ہو بلکہ ان کے کردار سے ظاہر ہو۔ طلبہ علم و حکمت کی تہ تک پہنچ پر قلبی سکون اور ذہنی اطمینان حاصل کریں طلبہ کی علمی تشفی اور تسکین اس وقت ہو گی جب استاد ان کی ذہنی سطح پر اتر کر ان کی دلچسپیوں کے پیش نظر انھیں پڑھائے گا۔ استاد کے چاہیے کہ وہ طلبہ کی آمادگی، دلچسپی اور شوق کو ابھارے اور پھر انھیں سبق پڑھائے۔ آمادگی پیدا کرنے کے لیے استاد اپنی شخصیت کے اثر، دلچسپ اور آسان پیرایہ اظہار اور سبق کے مقرون اشیاء واقعات زندگی سے ارتباط ایسے وسائل کو کام میں لایا جا سکتا ہے۔ سبق کو دلچسپ و موثر بنانے اور اسے طلبہ کے ذہنوں میں رائج کرنے کے لیے ابن خلدون تدریس کا فطری طریقہ پیش کرتے ہیں۔

اولاً جو فن پڑھانا مطلوب ہو، اس کی موٹی موٹی حقیقت میں ضروری تشریح کے ساتھ اجمالاً ذہن نشین کرائی جائیں اور اس میں متعلم کی ذہنی استعداد کا پوری طرح خیال رکھا جائے۔ نیز یہ دیکھا جائے کہ گردو پیش کی محسوس اشیا کو کسی حد تک بطور امثلہ و نظائر کے استعمال کیا جا سکتا ہے"۔[28]

---

[25] ابن خلدون، مقدمہ، دار الفکر، بیروت، 1999ء، ص 451
Ibn Khaldun, Muqaddimah (Dar al-Fikr, Beirut, 1999), 451

[26] شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، دار الاشاعت، کراچی، 2002ء، ج 1، ص 87
Shah Waliullah, Hujjat al-Balighah (Dar al-Isha'at, Karachi, 2002), 1:87

[27] النحل، 16:125
Surah An-Nahl 16:125

[28] محمد حنیف ندوی، افکار ابن خلدون ((لاہور، تعلیمی تحقیق تنظیم اساتذہ پاکستان، 1981ء)، ص:177

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 2 (2025)
Online ISSN: 3006-693X

Print ISSN: 3006-6921

ابن خلدون کے مطابق اچھی تدریس کا پہلا معیار اس کا طلبہ کی ذہنی استعداد کے مطابق ہونا اور دوسرا دوران تدریس، مناسب مواقع پر، مقرون اشیاء مثالوں اور واقعات کو بطور معاونات استعمال کرنا ہے۔ثابت ہوا کہ تاثیر کا براہ راست تعلق ابلاغ کے معیار سے ہے۔ منور جہاں، حضور اکرم ﷺ کی اہم ہدایت کی نشان دہی ان الفاظ میں کرتی ہیں۔آنحضرت ﷺ نے مبلغین اور معلمین کو ہدایت فرمادی تھی کہ لوگوں کے مزاج اور ذہنی سطح کو ملحوظ خاطر رکھ کر تعلیم دینا ضروری ہے اور ان کی عقل وفہم کے مطابق بات چیت کرنی چاہیے"۔[29]

حکمت کا طریق تدریس اس وقت کامیاب کہلائے گا جب وہ طلبہ کی ذہنی سطح درضرورت کے مطابق ہو جس کے نتیجے میں طلبہ کو اطمینان ہو جائے کہ جو بات انھیں سمجھائی گئی ہے۔ وہ ان کے لیے مفید اور بامقصد ہے۔ اگر تدریس نے طالب علم کی علمی تسکین نہ کی تو اس کی زبان پر ایسے ہی الفاظ ہوں گے جیسے اورنگ زیب عالمگیر نے اپنے استاد ملا صالح کے بارے میں کہے تھے۔ جن سے شاگرد کی عدم طمانیت صاف ظاہر ہوتی ہے۔

کیا میرے معلم کا یہ فرض نہ تھا کہ وہ مجھے روئے زمین کی ہر قوم کے اختیاری مضامین سے روشناس کراتا۔ مجھے علم ہونا چاہیے تھا کہ ان اقوام کے وسائل اور ان کی طاقت کیا ہے ؟۔ان کے آداب واطوار، مذاہب وطرز حکومت، طریق جنگ وغیرہ کیا ہیں اور وہ کونسے امور ہیں، جن میں یہ دلچسپی رکھتی ہیں ؟[30]

دوسرا طریق تدریس نصیحت کا طریقہ ہے جو طالب علم کی اخلاقی تربیت کا بہترین وسیلہ ثابت ہو سکتا ہے۔ معلم کا کام صرف الفاظ کے ڈھیر کو شاگرد تک منتقل کرنا نہیں بلکہ اسے برائیوں سے دور رکھنا اور نیکی کی راہ پر لگانا بھی ہے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے استاد کو وعظ و نصیحت کرنا ہو گی لیکن نصیحت بے اثر ہو گی اگر استاد کا کردار، وعظ وتدریس میں تاثر پیدا کرنے کا اہم ترین وسیلہ یہ ہے کہ استاد اپنے طلبہ کے سامنے عالم باعمل بن کر آئے۔ اس صورت میں اس کے ہونٹوں سے نکلا ہوں۔ ایک ایک لفظ، طلبہ کے لیے اثر آخر ہیں اور کشش انگیز ہو گا۔ اور اس طرح استاد تعلیم اور ترتیب دونوں میدانوں میں فتح یاب ہو جائے گا۔ احمد شلبی علم کے اس رشتے کو مختلف حوالوں سے بیان کرتے ہیں۔ جو شخص امام بنا چاہتا ہے، اسے پہلے اپنے نفس کی تربیت کرنی چاہیے اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ وہ اپنی زبان سے زیادہ اپنی شہرت سے لوگوں کی تعلیم و تربیت کر سکے گا۔ چھوٹے بچوں میں نقل کا مادہ ہوتا ہے۔ ان کے نزدیک استاد ایک معیاری انسان ہوتا ہے۔ ان کی آنکھیں، اس کے افعال پر نظر رکھتی ہیں۔ ان کے کان، اس کے قول کو غور سے سنتے ہیں۔ اس کی پسند ان کی پسند اور اس کی ناپسند، ان کی ناپسند ہوتی ہے۔ اپنی توجہ طلبہ کی فضیات عملی ہی پر مرتکز نہ کرے بلکہ ان کے کردار پر بھی پوری پوری توجہ دے اور کسی بے جا حرکت کی صورت میں نرمی سے شاگردوں کی سرزنش کرے۔ اقوال دل میں اترتے ہیں لیکن اعمال کو آنکھیں دیکھتی ہیں اور آنکھوں کی تعداد دلوں سے زیادہ ہے۔

نصیحت کو موثر بنانے والی چیز نصیحت کے الفاظ اور ناسخ کا انداز ہے اگر استاد، درست الفاظ استعمال کرنے، غضب ناک رویہ اختیار کرنے اور سخت سزائیں دینے کا قائ سمجھتا ہے کہ اس کی بات، طلبہ پر مثبت اثر رکھتی ہے تو یہ اس کی خام خیالی ہے۔ سختی اور دباؤ سے کام لینے۔ وشفقت کی زبان اور محبت کے لہجے میں بات کرنی چاہیے۔ اس طرح درس وعظ کا اثر بھی ہو گا اور طلبہ کی نظر میں استاد کی عزت بھی باقی رہے گی۔ جو موثر ابلاغ کے لیے بے حد ضروری شرط ہے۔ امام غزالی، شاگردوں پر شفقت کو استاد کے لیے پہلا ادب قرار دیتے ہیں۔

تیسرا طریقہ تدریس، بحث کا طریقہ ہے یعنی جماعت میں صرف استاد ہی نہ بولتا رہے بلکہ شاگردوں کو بھی تدریس میں شریک کرنے کے لئے حوصلہ افزائی کرے۔ وہ جماعت میں سوال وجواب اور بحث کی فضا پیدا کر کے زندگی سے پر تدریس ماحول پیدا کرے۔ اسلامی مدارس میں یہ طریقہ ہر دور میں پوری افادیت کے ساتھ

Muhammad Hanif Nadwi, Afkar Ibn Khaldun (Lahore: Taalimi Tehqeeq Tanzeem Asatiza Pakistan, 1981), 177.

[29]منور جہان رشید، قدیم اسلامی مدارس (لاہور، مجلس ترقی ادب 1985ء)، ص:35

Manwar Jahan Rashid, *Qadeem Islami Madaris* (Lahore: Majlis Tareekhi Adab, 1985), 35

[30]خورشید احمد، پروفیسر، اسلامی نظریہ حیات، ص:439,438

Khursheed Ahmad, Professor, Islami Nazriya-e-Hayat (pp. 439-438)

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 2 (2025)
Online ISSN: 3006-693X

Print ISSN: 3006-6921

آزمایا جاتا رہا ہے۔ استاد کا طلبہ سے سوال پاچنا، طلبہ کا دوسرے طلبہ سے سوال پوچھنا، طلبہ کا استاد سے سوال پوچھنا، کمرہ جماعت میں ایسی فضا پیدا کر دیتا ہے کہ سارے طلبہ، خود کو تدریس میں شریک سمجھتے ہیں۔ اس طرح سبق میں دلچسپی اور کشش پیدا ہو جاتی ہے

اور طلبہ میں علم کا ملکہ راسخ ہو جاتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے نزدیک جہل کا علاج سوال ہے۔ اسلامی مدارس میں کتاب کی خواندگی کا طریقہ، تقریری اور املائی طریقہ، سوال و جواب اور بحث و مباحثہ کا طریقہ، سبھی تدریس کے لیے استعمال ہوتے رہے اور سبھی اپنے مخصوص رنگ میں مسلمان طلبہ کی تعلیمی ضروریات کو اپنے دور کے تقاضوں کے مطابق پوری کرتے رہے۔ مسلمان مفکرین تعلیم نے ہر زمانے میں ان طریقوں میں مناسب اصلاح و تطہیر کی، جس کے نتیجے میں ہمیں وہ تدریس اصول اور طریقے ملے جو آج کے اسلامی تعلیمی اداروں کے لیے بھی موزوں اور آج کے مسلمان طلبہ کے لیے بھی مفید ہیں۔ لیکن اگر بغور دیکھا جائے تو مسلمان علماء کی تجویز کردہ اور مسلمان اساتذہ کے آزمودہ سارے تدریس طریقے، معلم شریعت ﷺ کی تعلیمی حکمت عملی کا عکس تھے۔ چونکہ امام غزالی نے نزدیک استاد کا ایک ادب یہ بھی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا مکمل اتباع کیا۔ آج بھی اگر نبی اکرم ﷺ کی حکمت تعلیم کو اپنے مدارس میں اپنایا جائے تو مسلمان معلم، اپنے فریضے کی تکمیل باوقار انداز میں کر سکتا ہے۔ نعیم صدیقی نبی اکرم ﷺ کے معلمانہ منصب کے بارے میں لکھتے ہیں:

قرآن میں ایک سے زیادہ مرتبہ حضور اکرم ﷺ کو معلم کتاب و حکمت اور مرکز قرار دیا گیا ہے۔ مسجد نبوی میں بیک وقت آپ ﷺ ایک طرف حلقہ ذکر دیکھتے ہیں اور دوسری طرف مجلس تعلیم و تعلم، تو دونوں کی تحسین کرتے ہوئے، مجلس تعلیم کو ترجیح دے کر اس میں جا شریک ہوتے ہیں "[31]

آخر میں حضور اکرم کے اسلوب تدریس اور حکمت تعلیم کے چند پہلو اجمالاً پیش کیے جا رہے ہیں۔

- حضور پاک ﷺ آسان اور فصیح زبان میں ایک ایک لفظ مخاطب اور سامع کے دل و ذہن میں اہرتے تھے۔ آپ فرماتے "میں اہل عرب میں فصیح تر ہوں" میری تربیت خالق کائنات نے خود کی ہے اور مجھے بولنے کا انداز اس نے خود سکھایا ہے۔ "آپ نے دل نشین انداز گفتگو کا اعجاز تھا کہ سامعین بول اٹھتے تھے۔" اے اللہ کے رسول، آپ جس انداز میں وعظ فرماتے، ہمیں گمان گزرتا ہے کہ شاہد یہ آپ کا آخری وعظ ہے۔ لہذا ہمیں اور سنایئے"
- آپ ﷺ کی تدریس کی بنیاد محبت اور خیر خواہی پر تھی۔ جبر و تشدد کا کہیں گمان تک نہ تھا۔ حضور ﷺ اپنے ساتھیوں کو ہدایت دیتے ہیں کہ لوگوں کے لیے آسانیاں پیدا کرو، مشکلات نہ پیدا کرو۔ ان کو بشارت دینے والے بنو، نفرت دلانے والے نہ بنو
- آپ ﷺ نے علمی خدمت کا اجر کہیں نہیں لیا۔
- آپ ﷺ نے لوگوں سے ان کی ذہنی استعداد کے مطابق بات کی۔
- آپ ﷺ نے تعلیم و تربیت میں اصول و تربیت میں اصول تدریج کو ہمیشہ سامنے رکھا۔
- آپ ﷺ سامعین کی اکتاہٹ کا پورا خیال رکھتے تھے اور مناسب وقفوں پر خطاب فرماتے تھے۔
- آپ ﷺ مختلف وسائل کو کام میں لا کر طالب علم کے لیے مناسب، خوشگوار اور دلچسپ فضا پیدا کر دیا کرتے تھے۔ تاکہ سامعین کی توجہ برقرار رہے۔
- آپ ﷺ اصول تکرار سے کام لیتے تھے۔ تاکہ ہر طبقے اور ذہنی استعداد کے لوگوں تک بات پہنچ جائے۔
- آپ ﷺ گفتگو میں سوال اٹھاتے اور سامعین کے سوالات کے جوابات مخندہ پیشانی سے دیتے تھے۔

آج مسلمانوں کی تدریس کے لیے، تدریس کے یہ اسالیب منارہ نور کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم آپ ﷺ کے معلمانہ منصب کو پہچانیں اور ان کی بتائی ہوئی حکمت تعلیم و تدریس کا اتباع کریں۔ اس اتباع میں ہمارے اساتذہ اور طلبہ کی بہبود ہے۔ ملت اسلامیہ ہونے کی حیثیت میں ہم نے نبی پاک ﷺ جیسے عظیم ترین معلم ایمان و عمل کے پیروی کا حق ادا نہیں کیا۔ ہمارا یہ مقام تھا کہ ہم حضور ﷺ کو اپنی تمام فکری و عملی سرگرمیوں میں سرچشمہ ہدایت تسلیم کرتے۔ آپ ﷺ کے معلمانہ

---

31 نعیم صدیقی، رسول اللہ بحثیت معلم (لاہور، ادارہ تعلیمی تحقیق تنظیم اساتذہ پاکستان، 1985ء، ص:18

Naeem Siddiqui, Rasul Allah as a Teacher (Lahore: Idara Taaleemi Tehqeeq Tanzeem Asatiza Pakistan, 1985), 18.

Vol. 2, No. 2 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

منصب سے روشنی حاصل کرتے۔ مگر ہماری افسوسناک حرکت یہ ہے کہ ہم اس بستی کو جو قائد تہذیب انسانی تھی، ایک آراستہ و پیراستہ عجائب خانہ عقیدت میں سند آرا کر کے اپنے قافلہ ہائے فکر و عمل کو وادی وادی میں کماتے پھرتے ہیں۔ اسلام نے علم کی ماہیت اور فضیلت کو واضح کیا۔ مقاصد تعلیم کا تعین کیا۔ منہاج تعلیم کی ترتیب و تنظیم کی۔ طریقہ ہائے تدریس اور اسالیب جائزہ پر ڈالی۔ اس طرح درس و تدریس کے تمام عناصر اور اجزا کے لیے رہنما اصول فراہم کیے۔ لیکن یہیں ایک اہم نقطہ تشریح طلب ہے، وہ یہ کہ اگر فریقین یعنی استاد اور شاگرد کے مابین محبت اور خلوص کا رشتہ نہ ہو تو سارا تعلیمی عمل اور تمام تعلیمی اصول و مقاصد بے اثر ہے عمر ہو جاتا ہے۔ اسلام نے تدریس کو موثر بنانے اور تعلیم کو ٹھوس، مستقل اور دیرپا بنانے کے لیے استاد اور شاگرد کے تعلقات کو بے حد اہمیت دی ہے۔ پروفیسر محمد سلیم لکھتے ہیں۔

"اسلام نے تعلیم و تعلم اور درس و تدریس کے لیے مومنین کے قلوب کو آمادہ کر دیا۔ اس کے بعد تعلیم کے دونوں فریق رضائے الٰہی کی خاطر عمل تدریس میں مشغول ہو گئے۔ اس طرح اسلام نے نے تعلیم کا ایک خود کار نظام برپا کر دیا جو صدیوں خوش اسلوبی کے ساتھ چلتا رہا"[32]

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شاگرد کے نفس کی تربیت کیسے ممکن ہے؟ اس کے لیے استاد کو ایثار سے کام لینا پڑتا ہے، شاگرد کو اپنی ذات پر فوقیت دینا اور اپنے نفس کی خواہشات کو بھلانا ہوگا۔ دونوں کے درمیان تعلق اتنا ہی استوار ہوگا اور اس تعلق کے ثمرات اس قدر یقینی ہوں گے، جتنا استاد اپنے من کی قربانی دے گا۔ اچھا استاد، شاگرد کے ظاہر سے واقف ہونے پر اکتفا نہیں کرتا، وہ اس کے باطن کو سمجھتا ہے اور اسکو پوری شخصیت کا احاطہ کرتا ہے اور اس طرح خود اپنے نفس کو بھول کر ایک اور نفس انسانی کے فروغ کا باعث بنتا ہے۔ خود فروش اور خود فراموشی کے اس عمل میں اپنے صحیح مقام و منصب کو پہنچتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں شاگرد، استاد سے سیکھتا ہے اور استاد، شاگرد سے اس طرح اسلام نے استاد اور شاگرد کے رشتے میں ایک خاص قسم کا توازن پیدا کر دیا ہے۔ اور اس توازن نے استاد کے شرف اور شاگرد کی عزت نفس دونوں کی حفاظت اور پاسداری کی ہے۔ استاد اور شاگرد کے پر خلوص تعلقات، فریقین کی مذہبی ضرورت کی تسکین کرتے ہیں۔ یہ ضرورت دونوں کے ایک دوسرے سے قریب رہنے اور باہمی تعاون ہی سے پوری ہو سکتی ہے۔

اساتذہ کی تیاری کا باقاعدہ انتظام اور اساتذہ کا تقرر

مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کی آمد کے بعد مسجد نبوی کی تعمیر کے ساتھ ہی ایک چبوترہ، جسے "صفہ" کہا جاتا ہے، بنایا گیا۔ یہ چبوترہ ان مہاجرین صحابہ کے لیے تھا جو مدینہ میں آکر رہائش پذیر ہوئے تھے اور جن کے پاس نہ تو کاروبار تھا اور نہ ہی رہنے کا کوئی مستقل انتظام۔ یہ مقام ان کے لیے تعلیم دین، تبلیغ اسلام، جہاد اور دیگر اسلامی خدمات کے لیے وقف تھا۔ صفہ میں رہنے والے صحابہ کو "اصحاب صفہ" کہا جاتا ہے، جنہوں نے اپنی زندگی دین کی تعلیم و تربیت کے لیے وقف کر دی تھی۔

مدینہ کے دور میں دینی تعلیم و تربیت کے دو طریقے رائج تھے ایک غیر مستقل، جس میں مختلف قبائل کے افراد مدینہ آکر چند دن قیام کرتے اور ضروری مسائل سیکھ کر واپس اپنے قبائل کو تعلیم دیتے؛ اور دوسرا مستقل، جس کے لیے صفہ کی درس گاہ مخصوص تھی۔ اس درس گاہ میں وہ لوگ تعلیم حاصل کرتے تھے جو دنیاوی علائق سے بے نیاز تھے اور جنہوں نے خود کو دینی تعلیم و تربیت اور عبادت کے لیے وقف کر رکھا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے خود بھی اصحاب صفہ کو تعلیم دی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ۔ جب آپ ﷺ درس و تدریس سے فارغ ہو کر تشریف لے جاتے تو حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ تعلیم کا سلسلہ جاری رکھتے۔ کبھی کبھار حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بھی تعلیمی حلقہ سنبھال لیتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کئی مستقل معلمین بھی اصحاب صفہ کی تعلیم و تربیت پر متعین تھے۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے اصحاب صفہ میں سے چند لوگوں کو قرآن مجید پڑھایا اور لکھنے کی تعلیم دی۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ، جو خوشخط تھے، اصحاب صفہ کو لکھنا سکھاتے تھے۔

اصحاب صفہ کی تعداد مختلف اوقات میں مختلف رہی، اور ان کی زندگی کا مقصد صرف تعلیم دین اور جہاد تھا۔ یہ حضرات دنیاوی مشاغل سے آزاد تھے اور ان کا وقت عبادت، تعلیم اور تبلیغ میں گزرتا تھا۔ قرآن مجید میں ان کے بارے میں فرمایا گیا:

---

[32] سید محمد سلیم پروفیسر، ھند و پاکستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت (لاہور، اسلامک پبلی کیشنز 1980ء)، ص:38
Sayed Mohammad Saleem, The Educational and Training System of Muslims in Hindu Pakistan (Lahore: Islamic Publications, 1980), 38.

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 2 (2025)
Online ISSN: 3006-693X

Print ISSN: 3006-6921

الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُم بِسِيمَاهُمْ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا" [33]

یعنی وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں روکے گئے ہیں، زمین میں چل پھر نہیں سکتے، ناواقف شخص انہیں ان کے ضبط نفس کی وجہ سے مالدار سمجھتا ہے، تم ان کے چہروں سے ان کو پہچان سکتے ہو، وہ لوگوں سے اصرار کرکے سوال نہیں کرتے۔

اصحاب صفہ کی زندگی سادگی، علم، عبادات اور خدمت دین کا نمونہ تھی۔ ان کی قربانیوں اور خدمات نے اسلامی تعلیمات کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا، اور ان کی مثالیں آج بھی مسلمانوں کے لیے مشعل راہ ہیں۔

اوقات تعلیم:

مؤثر تدریس کے لئے اوقات کار کا تعین انتہائی ضروری اہمیت کا حامل ہے اگر اوقات کار متعین نہ ہوں تو تدریسی امور کا صحیح سمت میں انجام دینا محال ہو جائے آپ ﷺ کی تمام تر تعلیم و تدریس کے لئے اوقات متعین تھے جیسا کہ درج ذیل احادیث مبارکہ سے وضاحت موجود ہے:

حضرت ابو موسیٰ اشعری سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فجر کی نماز ادا فرما لیتے تو ہم سب آپ ﷺ کے پاس بیٹھ جاتے اور ہم میں سے کوئی آپ ﷺ سے قرآن کے متعلق سوال کرتا، کوئی فرائض کے متعلق دریافت کرتا اور کوئی خواب کی تعبیر معلوم کرتا تھا" [34]

سماک بن حرب نے حضرت جابر بن سمرہ سے پوچھا: کیا آپ رسول اللہ ﷺ کی محفل میں بیٹھا کرتے تھے؟ تو انھوں نے کہا: ہاں، میں بہت زیادہ آپ ﷺ کی مجلس میں شریک رہا کرتا تھا، جب تک آفتاب طلوع نہیں ہوتا تھا آپ ﷺ مصلیٰ پر رہتے تھے، اور طلوع آفتاب کے بعد اٹھ کر مجلس میں تشریف لاتے تھے، اور مجلس کے درمیان صحابہ زمانہ جاہلیت کے واقعات بیان کرکے ہنستے تھے اور آپ ﷺ مسکرا دیتے تھے۔

"اصحاب صفہ انتہائی نادار اور مفلس تھے اس لئے ان میں سے بعض لوگ دن میں شیر میں پانی بھر لاتے، جنگل سے لکڑیاں چن کر لاتے اور ان کو بیچ کر جو آمدنی ہوتی اس سے اپنے مصارف پورے کرتے تھے"۔

اس مصروفیت کی وجہ سے ان میں سے بعض حضرات کو دن میں تعلیم حاصل کرنے کا موقع نہیں ملتا تھا، اس بنا پر ان کی تعلیم تعلیم کا وقت رات کو مقرر کیا گیا تھا۔ حضرت انس کی روایت ہے کہ ستر کے قریب اصحابہ صفہ رات کے وقت تعلیم حاصل کرتے تھے۔

" فكانوا اذا جنهم الليل انطلقوا إلى معلم لهم بالمدينه ، فيدرسون الليل حتى يصبحوا "

جب رات ہو جاتی تھی تو یہ لوگ مدینہ میں ایک معلم کے پاس جاتے اور رات بھر پڑھتے حتی کہ صبح ہو جاتی"۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جگہ مسجد نبوی سے ہٹ کر کوئی اور جگہ تھی جہاں اصحاب صفہ رات کے وقت تعلیم حاصل کرتے تھے۔ گویا اصحاب صفہ کا سارا وقت درس و تدریس ہی میں بسر ہوتا تھا۔ ابن المسیب نے حضرت ابو حریرہ کا یہ بیان نقل کیا ہے:

يقولون ان ابا مريرة قد اكثر. والله الموعد ويقولون مابال المهاجرين والانصار لا يتحدثون مثل احاديثه؟ وسأخبركم عن ذالك : ان اخواني من الانصاركان يشغل هم عمل ارضهم ، واما اخواني من المهاجرين كان يشغل هم الصفق بالاسواق وكنت الزم رسول الله على ملى بطنى، فاشهد اذا غابوا، واحفظ اذا نسوا" [35]

---

[33] البقرہ: 273

Surah Al-Baqarah 2:273

[34] جمع الفوائد، کتاب العلم، 1/48

Jam' al-Fawaid, Kitab al-'Ilm (Vol. 1, p. 48).

[35] صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ، باب فضائل ابی ھریرہ، ح: 249، ص: 1097

Sahih Muslim, Kitab al-Fadail al-Sahabah, Bab Fadail Abu Hurairah, Hadith no. 249, p. 1097

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 2 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

لوگ کہتے ہیں کہ ابوہریرہ کثرت سے حدیثیں بیان کرتا ہے اللہ ہی ہمارا اور تمہارا محاسبہ کرنے والا ہے۔ اور لوگ کہتے ہیں کیا وجہ ہے کہ انصار ومہاجرین ابو ہریرہ کی طرح ابوہریرہ کثرت سے حدیثیں بیان نہیں کرتے ؟ میں تمہیں بتلاتا ہوں کہ اس کی کیا وجہ ہے ؟ ہمارے مہاجر بھائی بازاروں میں اپنے کاروبار میں لگے رہتے تھے اور انصاری بھائی اپنی زمین کی دیکھ بھال میں مصروف رہتے تھے۔ میں محتاج آدمی تھا، میر اسما را وقت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں گزرتا تھا، پس جس وقت یہ موجود نہ ہوتے تھے میں موجود رہتا تھا اور جن چیزوں کو وہ بھلا دیتے تھے میں محفوظ کر لیتا تھا"۔

حضرت ابوہریرہ جو خود بھی اصحاب صفہ میں سے تھے ان کا یہ بیان گویا اصحاب صفہ کا ترجمان ہے۔ یہ سب لوگ درس گاہ نبوت میں سب سے زیادہ حاضر رہنے والے تھے۔ حضرت ابو ھریرہ کے اس بیان کی تصدیق خود حضرت عمر کے اس بیان سے ہوتی ہے:

كنت انا وجار لى من الانصار في بني امية بن زيد ، وهي من عوالي المدينة، وكنا نتناوب النزول على رسول الله ينزل يوما وانزل يوما، فاذا نزلت جنته يخبر ذالك اليوم من الوحى وغيره، واذا نزل فعل مثل ذالک "[36]

میں اور عوالی مدینہ میں قبیلہ امیہ بن زید کا ایک انصاری پڑوسی ہم دونوں باری باری رسول اللہ ﷺ کے یہاں جاتے تھے، ایک دن وہ جاتے اور ایک دن میں جاتا، جب میں جاتا تو اس دن کی وحی وغیرہ کی خبر لاتا اور جس دن وہ جاتے وہ بھی اسی طرح کرتے"۔

سیرتِ نبوی کی روشنی میں طریقۂ تعلیم اور اصحابِ صفہ کا تعلیمی نظام

موثر تدریس کے لئے طلبہ کے لئے ماحول کا سازگار ہونا اور ان کے لئے بیٹھنے کے لئے ایک خاص انداز اختیار کرنا ضروری ہے ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہر کوئی تدریس کے حلقہ میں جہاں مرضی ہو بیٹھ جائے اور قریب اور دور کی تخصیص کو چھوڑتے ہوئے اپنا طریقہ کار اپنائے آپ ﷺ کی مجالس میں درج ذیل صورت حال موجود تھی جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے ابتداء میں مجلس میں طلبہ کے بیٹھنے کا کوئی خاص انتظام اور طریقہ نہ تھا، جگہ جگہ چھوٹے چھوٹے حلقے بنا کر بیٹھے جاتے تھے، یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے باقاعدہ ایک حلقہ بنوایا اور سب لوگ ایک ساتھ بیٹھنے لگے، جابر بن سمرہ کا بیان ہے:

دخل رسول الله المسجد وهم حلق فقال : مالي اراكم عزين[37]

رسول اللہ مسجد میں داخل ہوئے جہاں صحابہ کرام کے جدا جدا حلقے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا بات ہے تم لوگ جدا جدا ہو (یعنی ایک ساتھ بیٹھو)"۔

رسول اللہ نے اپنے تمام حاضرین مجلس کو اس طرح تعلیم دیتے تھے کہ عالم، جاہل، شہری، بدوی، عربی، عجمی بوڑھے، بچے، جوان پوری طرح فیض اٹھاتے تھے اور آپ ﷺ کی ہر بات سامعین کے دل میں اتر جاتی تھی۔ حضرت انس کا بیان ہے:

انه كان اذا تكلم بكلمة اعادها ثلاثا حتى تفهم عنه. واذا أتى على قوم فسلم عليهم ثلاثا[38]

رسول اللہ ﷺ جب کوئی حدیث بیان کرتے تو اس کو تین بار کہتے تھے تاکہ سمجھ لی جائے اور جب کسی جماعت کے پاس جاتے تو ان کو تین بار سلام کرتے تھے"

ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہ، جو مسجد نبوی کی اس درس گاہ کے معلم تھے، حضرت عائشہ کے حجرہ کے قریب اہل مجلس کے سامنے جلدی جلدی حدیثیں بیان کرنے لگے اس وقت ام المومنین حضرت عائشہ نماز میں مصروف تھیں۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئیں تو ابو ھریرہ مجلس ختم کر کے جا چکے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے عروہ بن زبیر سے فرمایا کہ ابو ھریرہ مل جاتے تو میں ان کے جلدی جلدی حدیث بیان کرنے پر نکیر کرتی، اس کے بعد فرمایا:

---

[36] صحیح البخاری، کتاب العلم، باب التناوب في العلم، ح:89، ص:21
Sahih al-Bukhari, *Kitab al-'Ilm*, Bab al-Tanaawub fi al-'Ilm, Hadith no. 89, p. 21

[37] سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب في التحلق، ح:4823، ص:282
Sunan Abu Dawood, *Kitab al-Adab*, Bab fi al-Tahalluq, Hadith no. 4823, p. 282

[38] صحیح البخاری، کتاب العلم، باب من اعاده الحدیث ثلاثا ليفهم عنه، ح:95، ص:22
Sahih al-Bukhari, *Kitab al-'Ilm*, Bab Man A'ad al-Hadith Thalath Marat li-Fahmihi, Hadith no. 95, p. 22

ان رسول الله لم يكن يسرد الحديث سردكم" [39]

رسول اللہ ﷺ تم لوگوں کی طرح حدیث جلد جلد اور مسلسل بیان نہیں فرماتے

دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں:

ان رسول الله ليحدث الحديث لوشاء العاد أن يحصيه أحصاه "

رسول اللہ اس طرح حدیث بیان کرتے تھے کہ اگر شمار کرنے والا چاہتا تو شمار کرلیتا"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا طریقہ تعلیم یہ تھا کہ آپ ﷺ بات ٹھہر ٹھہر کر اس انداز میں کہتے کہ سننے والوں کے دل میں بیٹھ جائے، یاد کرنے والے یاد کرلیں اور لکھنے والے لکھ لیں۔ نرم کلامی، شیریں بیانی اور انداز تعلیم کے اسی اسلوب کی بدولت بدوی لوگ بھی آپ ﷺ پر فدا ہو جاتے تھے۔ حضرت معاویہ بن حکیم کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں رسول اللہ ﷺ کی امامت میں نماز پڑھ رہا تھا، مجھ سے خلاف نماز کوئی حرکت سرزد ہوگئی، جس کی وجہ سے تمام نمازی مجھ سے بگڑ گئے اور گھور گھور کر میری طرف دیکھنے لگے، لیکن خود معلم انسانیت کا رویہ اور طریقہ تعلیم کیا تھا۔

قبابي هو وامى ، مارأيت معلما قبله ولا بعده احسن تعليما منه، فوالله ما كهرني ولا ضربني ، ولا شتمنى، قال ان هذه الصلوة لا يصلح فيها شيئ من كلام الناس انما هو التسبيح ، والتكبير وقرأة القرآن" [40]

میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں، میں نے آپ ﷺ سے پہلے اور آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ سے بہتر معلم نہیں دیکھا، خدا کی قسم نہ مجھے جھڑ کا نہ مارا اور نہ ہی سخت سست کہا، بلکہ فرمایا نماز میں انسانی کلام اچھا نہیں ہے۔ اس میں صرف تسبیح، تعبیر اور قرآن پڑھنا ہے"۔

اصحاب صفہ میں درس وتدریس کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ ایک شخص قرآن مجید پڑھتا جاتا اور دوسرے لوگ سنتے جاتے۔ حضرت ابو سعید خدری کا بیان ہے کہ میں ضعفاء مہاجرین کے ساتھ بیٹھا تھا۔ ان میں سے بعض لوگ عریانیت کے خوف سے ایک دوسرے سے مل کر بیٹھے تھے اور ایک قاری ہم لوگوں کو قرآن پڑھا رہا تھا۔ اس حال میں رسول اللہ ﷺ آکر ہمارے پاس کھڑے ہو گئے، آپ ﷺ کو دیکھ کر قاری خاموش ہو گیا، آپ ﷺ نے سلام کرکے پوچھا کہ تم لوگ کیا کر رہے ہو؟ ہم نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ایک قاری قرآن پڑھ رہا ہے اور ہم سن رہے ہیں۔ ہمارا جواب سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"الحمد لله الذي جعل من امتى من أمرت أن أصبر نفسي معهم"

اللہ کا شکر ہے کہ اس نے میری امت میں ایسے لوگوں کو پیدا کیا ہے جن کے ساتھ مجھے بیٹھنے کا حکم ہے"

یہ کہہ کر آپ ﷺ ہمارے بیچ میں بیٹھ گئے تاکہ آپ ﷺ لوگوں کے سامنے رہیں، پھر ہاتھ سے اشارہ کیا کہ اس طرح بیٹھو، اور حاضرین مجلس اس طرح حلقہ بنا کر بیٹھ گئے کہ سب کا چہرہ آپ ﷺ کی طرف ہو گیا۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا: اے فقراء مہاجرین تم کو بشارت ہو قیامت کے دن نور نام کی، تم لوگ مالداروں سے آدھ دن پہلے جنت میں داخل ہوگے، اور یہ (دنیوی حساب سے پانچ سو سال ہے"۔ [41]

درج بالا حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے اصحاب کی تعلیم وتربیت میں ہر پہلو کا خیال رکھا اور ہر طرح سے انسانیت کے لئے راہنمائی فرمائی۔

مقاصدِ تعلیم اور مقاصدِ تدریس

---

[39] سنن ابی داؤد، کتاب العلم، باب في سرد الحديث: 3655، ص: 524

Sunan Abu Dawood, *Kitab al-'Ilm*, Bab fi Sard al-Hadith, Hadith no. 3655, p. 524

[40] صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب تحریم الکلام فی الصلوۃ، ح: 1199، ص: 218

Sahih Muslim, *Kitab al-Masajid*, Bab Tahreem al-Kalam fi al-Salat, Hadith no. 1199, p. 218

[41] سنن ابی داؤد، کتاب العلم، باب فی القصص، ح: 3666، ص: 526

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 2 (2025)
Online ISSN: 3006-693X

Print ISSN: 3006-6921

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں کسی بھی کتاب، نصاب، یا مضمون کے مقاصد متعین کرنے کے لیے ایک مرکزی رہنما اصول موجود ہے جسے "پاکستانی تعلیمی مقاصد" کہا جاتا ہے۔ان مقاصد کو حکومتِ پاکستان نے طے کیا ہے اور یہ تعلیمی پالیسیوں، منصوبوں اور نصاب سازی کے لیے ایک متفقہ رہنما اصول سمجھے جاتے ہیں۔ان کے مطابق تعلیم کی غرض وغایت نہ صرف حصولِ علم ہے بلکہ انفرادی واجتماعی تربیت اور قومی ترقی کی تکمیل بھی ہے۔اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین اور نظریے کے مطابق تعلیمی نظام کا مقصد کچھ یوں بیان کیا گیا ہے:

- پاکستان کے مسلمانوں کو افراد اور امتِ اسلامی کے اجتماعی طور پر ارتقاء کے لیے اسلام کے بنیادی اصولوں اور اخلاقیات کے مطابق تربیت دی جائے تاکہ وہ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو اسلام کے اصولوں کے مطابق ڈھال سکیں، جن کی مدد سے وہ قرآنِ پاک اور سنتِ محمدیؐ کے مطابق زندگی گزار سکیں۔
- اخلاقی اور اسلامی واخلاقی معیارات کی پابندی کو فروغ دینا۔
- ملک کے اندر اتحاد واتفاق کی فضا قائم کرنا اور دینی، فکری، اور اخلاقی ہم آہنگی پیدا کرنا۔
- فنی اور جدید علوم کے ساتھ ساتھ دین کی اصولی اور اخلاقی تعلیم کے لیے طلبہ کو تیار کرنا۔
- طلبہ کو ایسے افراد بنانا جو تعلیم، بہترین تربیت، سچائی، محنت، قربانی، اور دیگر اعلیٰ صفات سے آراستہ ہوں تاکہ وہ قوم کی ترقی میں مؤثر کردار ادا کر سکیں۔
- ہر شعبۂ قومی زندگی میں سرگرم عمل رہنے والے افرادِ پاکستان میں خدمت انجام دیں اور پائیدار حصہ لیں۔
- اسلام پاکستان کا مملکتی مذہب ہے، لہٰذا قراردادِ مقاصد مستقبل احکام کا حصہ ہے۔

آئینِ پاکستان میں بیان کردہ وہ "قراردادِ مقاصد" میں دیے گئے اصول اور احکام کو بطور ذریعۂ ہدایت تسلیم کیا جاتا ہے، اور وہی نصاب میں شامل ہوں گے۔

تعلیم کے اہم مقاصد

- قرآن وسنت کی روشنی میں طلبہ کی ایسی تربیت کی جائے کہ وہ اسلامی اخوت، کردار اور تحریک سے وابستہ ہوں۔
- طلبہ میں نظریۂ اسلام، فرد، ریاست اور معاشرت کے اسلامی تصورات اجاگر کیے جائیں۔
- قرآن وسنت کی روشنی میں اسلام کو بطور مکمل ضابطۂ حیات سمجھنے کی اہلیت پیدا کی جائے۔
- نصاب میں ایسے عناصر شامل کیے جائیں جو معاشرتی تقاضوں اور اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ ہوں۔
- طلبہ کو قومی ترقی کے لیے درکار سماجی واقتصادی شعور فراہم کیا جائے۔
- مختلف مذاہب وثقافتوں کے درمیان احترام، رواداری اور انسان دوستی کو فروغ دیا جائے۔
- مساوی تعلیم، سماجی انصاف اور روزگار کے یکساں مواقع یقینی بنائے جائیں۔
- طلبہ میں اخلاق، بنیادی اقدار، حقوق وفرائض کا ادراک اور قانون کی پاسداری کا شعور پیدا کیا جائے۔
- ایسی نسل تیار کی جائے جو سچائی پر قائم رہے، مشکلات کا جرأت سے مقابلہ کرے اور خوددار ہو۔
- افراد کو مسائل کے حل کی صلاحیت سے آراستہ کر کے انہیں معاشرے کا مؤثر اور کارآمد رکن بنایا جائے۔

نتائج

1. کتبِ تسعہ میں تدریسی مقاصد صرف علم کی ترسیل تک محدود نہیں ہیں۔
2. تعلیم میں اخلاقی، روحانی، اور معاشرتی پہلو شامل ہیں۔
3. حدیث کی روشنی میں تعلیم فرد کی روحانیت اور معاشرتی اصلاح کا ذریعہ ہے۔
4. کتبِ تسعہ میں حکمت، نرم دلی، اور فہم وفراست کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے۔

Vol. 2, No. 2 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

5. مؤثر تدریس کے لیے علم کو آسان اور قابل فہم بنانا ضروری ہے۔
6. طلباء کی ذہنی استعداد اور فطری رجحانات کو مد نظر رکھتے ہوئے تدریس کی حکمت عملی ترتیب دی جاتی ہے۔
7. سوالات کے ذریعے سوچ کو تحریک دینا: طلباء کو خود علم کا تجزیہ کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے۔
8. علم کی گہرائی کو سمجھنے کے لیے موازنہ کی حکمت عملی استعمال کی جاتی ہے۔
9. گروپ ورک اور عملی تجربات: علم کو عملی طور پر آزمانے کی ترغیب دی جاتی ہے۔
10. تدریس کا مقصد فرد کی اخلاقی، روحانی اور سماجی تربیت ہے۔
11. علم کی تکمیل کا مقصد انسان کی اصلاح ہے، جو کہ تدریسی حکمت عملی کا حصہ ہے۔
12. مختلف تدریسی طریقے جیسے کہ داستانیں، مثالیں، اور تشبیہیں علم کو دلچسپ اور مفید بناتی ہیں۔
13. تدریس میں تنوع کا اصول طلباء کی دلچسپی بڑھاتا ہے اور ان کے علم کو مستحکم کرتا ہے۔
14. مؤثر تدریس کی حکمت عملیوں سے تدریس کے معیار میں بہتری آتی ہے۔
15. تعلیم کا مقصد صرف علم کی ترسیل نہیں بلکہ اخلاقی اور روحانی اصلاح ہے۔

سفارشات

1. تدریسی مقاصد کے تعین میں قرآن وسنت اور احادیث صحاح ستہ (کتبِ تسعہ) کو بنیاد بنایا جائے تاکہ تعلیم اسلامی اقدار کے مطابق ہو۔
2. اساتذہ کو چاہیے کہ وہ تدریسی عمل میں صرف علمی مواد کی ترسیل پر اکتفانہ کریں بلکہ طلبہ کی اخلاقی، روحانی اور معاشرتی تربیت کو بھی اہمیت دیں۔
3. درس وتدریس میں نبی کریم ﷺ کے اسلوبِ تعلیم کو ماڈل کے طور پر اپنایا جائے، جیسے سوال وجواب، مثالوں کا استعمال، اور تدریج۔
4. تدریس کو مؤثر بنانے کے لیے حکمت، نرمی، اور شفقت کو تدریسی عمل کا جزو لازم سمجھا جائے، جیسا کہ کتبِ حدیث میں بارہا اس پر زور دیا گیا ہے۔
5. تدریسی طریقہ کار میں تنوع پیدا کیا جائے تاکہ طلبہ کی دلچسپی برقرار رہے اور مختلف ذہنی سطحوں کے مطابق انہیں علم کی ترسیل ممکن ہو۔
6. تعلیمی اداروں میں اساتذہ کی تربیت کے ایسے پروگرام ترتیب دیے جائیں جو انہیں حدیثی تعلیمات پر مبنی تدریسی مہارتوں سے آراستہ کریں۔
7. طلبہ کو صرف علمی امتحانات کی تیاری تک محدود نہ رکھا جائے بلکہ ان کی عملی زندگی، کردار سازی، اور سماجی ذمہ داریوں پر بھی توجہ دی جائے۔
8. تعلیمی نصاب میں احادیث نبویہ کی روشنی میں تدریسی اصولوں کو باقاعدہ شامل کیا جائے تاکہ تعلیم کا عمل اسلام کے جامع تصور سے ہم آہنگ ہو۔
9. تدریسی حکمت عملیوں کی تشکیل میں طلبہ کے مزاج، رجحانات، اور زمانے کے تقاضوں کو بھی پیش نظر رکھا جائے تاکہ تعلیم مؤثر اور عصری چیلنجز کا مقابلہ کرنے کے قابل ہو۔
10. علمی تحقیق اور تدریس کے میدان میں اہل علم ودانش کی آراء کو سمیٹ کر ایک ہم آہنگ اور مربوط تعلیمی ماڈل تشکیل دیا جائے جو سنت نبوی سے ہم آہنگ ہو۔

خلاصہ

کتبِ تسعہ نہ صرف اسلامی تعلیمات کا گراں قدر ذخیرہ ہیں بلکہ ان میں تعلیم و تربیت کے ایسے اصول، اسالیب، اور مقاصد موجود ہیں جو ہر دور کے تعلیمی نظام کے لیے رہنما حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کتب کی روشنی میں واضح ہوتا ہے کہ تعلیم کا اصل مقصد محض ذہنی نشو و نما یا ہنر کی فراہمی نہیں، بلکہ انسان کی فکری، اخلاقی، روحانی اور اجتماعی تربیت ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ طیبہ اور اقوال و افعال کی روشنی میں جو تعلیماتی اصول اخذ ہوتے ہیں، وہ متوازن، فطری اور ہمہ جہت تدریس کے ضامن ہیں۔ آج کے مادّہ پرستانہ اور فنی بنیادوں پر استوار تعلیمی ماحول میں ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم تعلیم کو اس کی اصل روح کے ساتھ جوڑیں۔ کتبِ تسعہ کے مطالعے سے ہمیں نہ صرف تعلیم کے جامع مقاصد معلوم ہوتے ہیں بلکہ ایسی مؤثر تدریسی حکمت عملی بھی میسر آتی ہے جو ہر فرد کی صلاحیت، نفسیات اور معاشرتی ضرورت کے مطابق

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 2 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

تعلیم و تربیت کی راہیں ہموار کرتی ہے۔ اگر ہم عصری تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ان اصولوں کو اپنائیں تو ہمارا تعلیمی نظام نہ صرف اسلامی اقدار کا آئینہ دار ہوگا بلکہ معاشرے کی اصلاح اور تعمیر کا مؤثر ذریعہ بھی بن سکے گا۔

مصادر و مراجع

1. ابن کثیر، حافظ عماد الدین۔ تفسیر ابن کثیر۔ بیروت: دار الفکر، 1998۔
2. طبری، محمد بن جریر۔ جامع البیان عن تاویل آي القرآن۔ قاہرہ: دار المعارف، 2001۔
3. اصلاحی، امین احسن۔ تدبر قرآن۔ لاہور: دار التذکیر، 2005۔
4. بخاری، محمد بن اسماعیل۔ الجامع الصحیح۔ بیروت: دار ابن کثیر، 1993۔
5. مسلم، مسلم بن حجاج۔ الجامع الصحیح۔ بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1992۔
6. ابوداود، سلیمان بن اشعث۔ سنن ابی داود۔ بیروت: دار الکتب العلمیہ، 2000۔
7. ترمذی، محمد بن عیسیٰ۔ جامع الترمذی۔ ریاض: دار السلام، 1999۔
8. نسائی، احمد بن شعیب۔ السنن الکبریٰ۔ بیروت: دار الکتب، 1994۔
9. ابن ماجہ، محمد بن یزید۔ سنن ابن ماجہ۔ بیروت: دار الفکر، 1992۔
10. دارمی، عبداللہ بن عبدالرحمن۔ سنن الدارمی۔ بیروت: دار الکتب، 2001۔
11. احمد بن حنبل۔ المسند۔ بیروت: موسسۃ الرسالہ، 2008۔
12. امام مالک۔ الموطا۔ قاہرہ: دار ابن حزم، 1996۔
13. غزالی، ابو حامد۔ احیاء علوم الدین۔ بیروت: دار الکتب العربی، 2005، جلد 1۔
14. ابن خلدون، عبدالرحمن۔ المقدمۃ۔ بیروت: دار الفکر، 1999۔
15. شاہ ولی اللہ۔ حجۃ اللہ البالغہ۔ کراچی: دار الاشاعت، 2002، جلد 1۔
16. ندوی، محمد حنیف۔ افکار ابن خلدون۔ لاہور: تعلیمی تحقیق تنظیم اساتذہ پاکستان، 1981۔
17. صدیقی، نعیم۔ رسول اللہ بحیثیت معلم۔ لاہور: ادارہ تعلیمی تحقیق، 1985۔
18. غازی، ڈاکٹر محمود احمد۔ تعلیم و تربیت نبوی۔ اسلام آباد: دعوہ اکیڈمی، 2003۔
19. عابد، غلام۔ اسلامی فلسفہ تعلیم۔ لاہور: دار الفکر، 2009۔
20. خان، حمید احمد۔ اسلامی تصور تعلیم۔ لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، 2002۔
21. احمد، خورشید۔ اسلامی نظریہ حیات۔ لاہور: ادارہ معارف اسلامی، 2000۔
22. مودودی، ابوالاعلیٰ۔ تعلیمات۔ لاہور: ترجمان القرآن، 1987۔

Bibliography

1. Ahmad, Khurshid. Islami Nazriya-e-Hayat. Lahore: Idara-e-Ma'arif-e-Islami, 2000.
2. Ahmad, Mushtaq. Islami Nizam-e-Taleem. Islamabad: Idara-e-Ma'arif-e-Islami, 2012.
3. Al-Ghazali, Abu Hamid. Ihya Ulum al-Din. Beirut: Dar al-Kutub al-‘Arabi, 2005.
4. Al-Nawawi. Sharh Sahih Muslim. Beirut: Dar al-Fikr, 1996.

Vol. 2, No. 2 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

5. Bukhari, Muhammad ibn Isma'il. Sahih al-Bukhari. Beirut: Dar Ibn Kathir, 1993.
6. Darimi, Abd Allah ibn Abd al-Rahman. Sunan al-Darimi. Beirut: Dar al-Kutub al-‘Ilmiyyah, 2001.
7. Dawud, Abu. Sunan Abi Dawud. Beirut: Dar al-Kutub al-‘Ilmiyyah, 2000.
8. Ghazzi, Mahmood Ahmad. Taleem wa Tarbiyat-e-Nabawi. Islamabad: Dawah Academy, 2003.
9. Hanif Nadvi, Muhammad. Afkar Ibn Khaldun. Lahore: Tanzim-e-Asatiza, 1981.
10. Ibn Hanbal, Ahmad. Musnad Ahmad ibn Hanbal. Beirut: Mu’assasat al-Risalah, 2008.
11. Ibn Hajar al-‘Asqalani. Fath al-Bari fi Sharh Sahih al-Bukhari. Cairo: Al-Maktabah al-Salafiyyah, 1959.
12. Ibn Kathir, Ismail. Tafsir Ibn Kathir. Beirut: Dar al-Fikr, 1998.
13. Ibn Khaldun, Abd al-Rahman. Muqaddimah. Beirut: Dar al-Fikr, 1999.
14. Ibn Majah, Muhammad ibn Yazid. Sunan Ibn Majah. Beirut: Dar al-Fikr, 1992.
15. Imam Malik. Al-Muwatta. Cairo: Dar Ibn Hazm, 1996.
16. Modudi, Abu al-A'la. Ta’leemat. Lahore: Tarjuman al-Qur’an, 1987.
17. Muslim ibn Hajjaj. Sahih Muslim. Beirut: Dar al-Kutub al-‘Ilmiyyah, 1992.
18. Nasai, Ahmad ibn Shu'ayb. Al-Sunan al-Kubra. Beirut: Dar al-Kutub, 1994.
19. Rizvi, Waqar. Taleem ke Falsafiana Mabahis. Lahore: Maktabah Ilm-o-Hikmat, 2018.
20. Siddiqi, Naeem. Rasul Allah Bahaisiyat-e-Mu'allim. Lahore: Idarah Ta'leemi Tahqiqat, 1985.
21. Tirmidhi, Muhammad ibn Isa. Jami‘ al-Tirmidhi. Riyadh: Dar al-Salam, 1999.
22. Tabari, Muhammad ibn Jarir. Jami al-Bayan fi Ta’wil al-Qur’an. Cairo: Dar al-Ma’arif, 2001.
23. Waliullah, Shah. Hujjat Allah al-Balighah. Karachi: Dar al-Isha’at, 2002.